مولانا مفتی غلام الرحمن فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

آخری قسط

حقانیہ سے ازہر تک

ایک زائر جب کسی ملک میں اجنبی بن کر قدم رکھتا ہے تو وہاں کے مذہب وعقیدہ، اخلاق و عادات، اشیاء خورد و نوش، زبان اور ملکی سیاست اور وہاں کی عام معاشرتی زندگی اور تہذیبی اطوار سے اس کو واسطہ پڑتا ہے۔ کیونکہ ان اشیاء سے زائر کا بالذات تعلق رہتا ہے۔ سفرناموں میں تاریخی مواد کا تذکرہ اہم چیز ہے لیکن تاثرات و مشاہدات کے ضمن میں ان امور کا تذکرہ بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ "حقانیہ سے ازہر تک" اس آخری قسط میں ان امور کا ایک اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے جو مصریوں کی ثقافت و تہذیب اور حالات سمجھنے میں شاید معاون ثابت ہو۔

مذہب وعقیدہ: فتح اسلام سے قبل مصر میں اکثریت عیسائیوں کی تھی۔ فتح ہونے کے بعد جب حضرات صحابہ کرام کثیر تعداد میں مصر میں منتقل آباد ہوئے تو صحابہؓ کے اخلاق و عادات اور تعلیم کی برکت سے اکثر لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قلیل تعداد میں عیسائی بھی رہ گئے۔ آج بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ایک مسلمان ملک سمجھا جاتا ہے۔

مصر میں امام شافعیؒ کی موجودگی کی وجہ سے ان لوگوں پہ امام شافعی کا اثر زیادہ رہا۔ ملکی بھی کافی ملتے ہیں۔ البتہ احناف بہت کم ہیں۔ بقول بعض علماء کرام شافعی اور مالکی ہونے کی وجہ سے پانی کے تمام جانور کچھوے وغیرہ کھائے جاتے ہیں۔ قدیم دور میں دیگر مذاہب کی موجودگی کے آثار بھی پائے جاتے تھے۔

لیکن اس وقت ہر ایک مذہب والے مذہبی تشخص کو بحال رکھتے تھے۔ موجودہ دور میں یہ فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ مصر میں کونسا مذہب زیادہ مروج ہے۔ وسعت نظری اور جدت پسندی کی وجہ سے کسی ایک مذہب سے مستقل تعلق قائم رکھنا اور اس مذہب کو اپنانا مصریوں پر بڑا شاق ہے۔ جامعہ ازہر کے ایک کہنہ مشق افسر اور بہترین فاضل شیخ عبدالحلیم شاہین سے ایک ملاقات کے دوران میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاں کونسا مذہب زیادہ رائج ہے۔ فاضل موصوف نے بڑے فخر سے فرمایا کہ ہمارے ہاں کسی ایک مذہب کی پابندی ضروری نہیں۔ مذاہب اربعہ میں جو بات جس

آسان ہو۔ ہم اس پر فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم فتویٰ دیتے وقت آسانی کو مدنظر رکھتے ہیں تنگی نہیں۔ اگرچہ لوگ اس کو آسانی سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت دین کا اہتمام نہ رکھنے کا یہ نتیجہ ہے۔ اس فکری وسعت[1] کے پیش نظر یہ لوگ نماز پڑھاتے وقت کسی خاص شرط کے پابند نہیں۔ کسی کو امام کے مذہب و عقیدہ سے کوئی سروکار نہیں۔ اور نہ اس کے لباس کو دیکھتے ہیں۔ اقتدا کرتے وقت کوئی بھی امام کے وضع و قطع سے متاثر نہیں ہوتا۔ جو بھی ہے اس کو آگے کر کے اقتدا کرتے ہیں۔ خواہ امام کوٹ پتلون میں ملبوس ہو کہ یہ سر سے ننگا ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پر نہ عمامہ کی اہمیت اور وقعت ہے اور نہ یہ لوگ داڑھی کا خیال کرتے ہیں۔ اکثر خطباء جمعہ کے خطبہ کے لئے حاضر ہوتے وقت تازہ شیو کر کے آتے ہیں۔ بلکہ داڑھی رکھنا ان کے ہاں سنت نہیں بلکہ فرسودہ رسم کے مترادف ہے۔

رمضان المبارک میں شیخ الازہر کی طرف سے ایک افطار پارٹی میں عشاء کے بعد ایک علمی مجلس کے انعقاد کا پروگرام تھا۔ ہر ایک کو سوالات پوچھنے کا موقعہ میسر تھا۔ ہمارے پاکستانیوں کی طرف سے دیگر سوالات کے علاوہ ایک سوال یہ بھی تھا کہ احادیث کی رو سے داڑھی رکھنے کا کیا حکم ہے؟

ہر ایک سوال کے جواب کے لئے متعلقہ ماہر استاد کو جواب کے لئے بلایا جاتا تھا۔ داڑھی کے حکم بیان کرنے کے لئے ایک معمر اور سینیئر استاد کو بلایا گیا۔ بظاہر وہ استاد بھی قینچی شدہ داڑھی پر نازاں تھا۔ ہم تمام ساتھی اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور سمجھے کہ شاید قینچی شدہ داڑھی کی وجہ سے کچھ موزوں جواب دے سکے۔ کہ عملاً کسی حد تک وہ بھی داڑھی کے معترف ہیں۔ بدقسمتی سے اس کے جواب سننے کے بعد اس نے ہماری توقعات کو خاک میں ملا دیا۔

وہ بھی اور گھر وکوٹ پتلون میں ملبوس داڑھی منڈے اساتذہ کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور اس اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ داڑھی کا مسئلہ کچھ اہم مسئلہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کی ضرورت جان کر داڑھی کا حکم فرمایا تھا جس سے بظاہر مشرکین کی مخالفت مقصود تھی۔ آج چونکہ وہ علت موجود نہیں

---

[1] جی چاہتا تھا کہ اس قدر مذہبی آزادی، فکری وسعت اور بے جا توقع کے نقصانات اور قومی و ملی مضرات پر تفصیل سے لکھوں مگر کاغذ کی تنگ دامنی اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے اب تک موقعہ نہ مل سکا جسن اتفاق سے فاضل محترم برادرم مولانا عبدالقیوم حقانی کی حالیہ تازہ شاہکار تصنیف "دفاع ابوحنیفہ" (شائع کردہ موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور) کا گیارہواں باب نظر سے گذرا جس میں موصوف نے مشاورتی کونسل کے سابق چیئرمین ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن اور تنظیم اسلامی کے سربراہ جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی بعض تحریروں کے جواب میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے حقانی صاحب کی یہ تحریر جامع اور وقت کی ضرورت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہر لحاظ سے نافع ہے اور اس کے بعد کسی دوسری تحریر کی ضرورت ہی نہیں رہتی قارئین سے ترغیباً اس کے مطالعہ و استفادہ کا مشورہ عرض ہے۔

لہٰذا آج داڑھی رکھنا کوئی ضروری نہیں۔ مستزاد یہ فرمایا جیساکہ ہمارے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کی اشیاء میں تغیر و تبدل عیب نہیں ایسا ہی داڑھی نہ رکھنا بھی کوئی عیب نہیں۔

اس استاد کے اس بیان کو ساؤتھ افریقہ کے طلباء تو متاثر ہوئے لیکن ہمارے دلوں میں نفرت کے سوا اور کچھ اضافہ نہ ہوا۔ کیونکہ اس تقریر کو سن کر افریقہ کے ایک مسلم نوجوان ابوبکر جو ہمارے ساتھ شریک تھے اور خوبصورت داڑھی سے ان کا چہرہ منور تھا۔ دوسرے دن صبح جاکر داڑھی منڈا دی۔

علیٰ ہذا القیاس صرف داڑھی کے مسئلہ میں نہیں بلکہ جدت پسندی کی وجہ سے دیگر کئی مسائل ہیں منفرد ہیں تصویر کشی جو بلاضرورت شریعت میں حرام ہے۔ مصریوں کے نزدیک ضرورت و عدم ضرورت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ وقت کی ضرورت کی وجہ سے بغیر کسی شرط کے جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مساجد میں عین محراب کے اندر گروپ فوٹو ہم نے آویزاں دیکھے۔

تصویر کشی کی کلی اجازت دینے کے بعد مصر میں ٹی وی۔ وی سی آر اور سینما دیکھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ خود جامعہ ازہر جس پر مصریوں کو "کعبۃ العلم للمسلمین" ہونے کا فخر حاصل ہے یہاں "مدینۃ البعوث الاسلامیہ" کے ہاسٹلوں میں الگ الگ احاطوں کے اندر طلباء کے لئے رنگین ٹی وی دیکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مذہبی شخصیات کا فلم بینی کے لئے جانا عیب نہیں۔

اعتقادی لحاظ سے بھی مزارات پر جاکر معلوم ہوتا ہے کہ عوام کی اکثریت شرک میں مبتلا ہے۔ کئی بدعات مذہب کے نام پر عوام و خواص میں راسخ ہیں۔ اہم مساجد میں نماز جمعہ کے بعد "محفل ذکر" کے نام سے حلقوں کا اہتمام ہوتا ہے جس میں خاص اور ادپڑھتے پڑھتے مسجد میں تالیاں بجاکر محافل گرم کرتے ہیں۔ اور یہ عمل ثواب مانا جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں غیرمسلموں کے بہانے اکثر ہوٹل کھلے رہتے ہیں۔ برسرِعام کھانے میں کوئی شخص عار محسوس نہیں کرتا اور نہ تقدس رمضان کے لئے کوئی خاص قانون نافذ ہے۔

آزادیٔ نسواں کے نام پر بے حیائی

مصر میں عورتوں کو حد درجہ کی آزادی حاصل ہے۔ نام نہاد آزادی کے نام پر عریانیت۔ فحاشی اور مرد وزن کے اختلاط کا بازار گرم ہے۔ اگرچہ ابتداء میں ایسا نہیں تھا۔ لیکن بعض جدت پسند علماء کے مذموم مساعی کی وجہ سے آج پورا مصر ہلاکت کے دہانے پر کھڑا ہے جدت پسند نام نہاد علماء نے بے حیائی کو دین ثابت کرکے عوام کو گمراہ کیا جس کی واضح مثال آزادیٔ نسواں کے مشہور نقیب، قاسم امین کی کتاب "تحریر المراۃ" (عورت کی آزادی) اور "المرأۃ الجدیدہ" (خاتون جدید) ہے ان دونوں کتابوں کے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن صاحب ندوی دامت برکاتہم ایک اجمالی جائزہ یوں پیش کرتے ہیں۔

پہلی کتاب میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ بے پردگی کی دعوت میں دین سے کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ ان کا بیان ہے کہ شریعت اسلامی چند کلیات اور عمومی حدود کا نام ہے۔ اگر جزئیات احکام بیان کرنا اس کا وظیفہ ہوتا تو اس میں عالمگیر قانون بننے کی صلاحیت نہ رہتی۔ جو ہر زمانہ اور ہر قوم کے مناسب ہے۔ شریعت کے وہ احکام جو مروجہ عادات و معاملات پر مبنی ہیں ان میں حالات اور زمانے کے مطابق تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے۔ شریعت کا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ ہر تغیر و تبدل کوئی ایسا نہ ہو جس سے اس کی عام بنیادوں میں سے کوئی بنیاد متاثر و مجروح ہو (مسلم ممالک میں اسلامیات اور مغربیت کی کشمکش صد ۱۴۴)

اگرچہ ان کتابوں کا جواب مصر کے چند دوسرے خداترس علما فرید وجدی مرحوم جیسے حضرات نے "المرأۃ المسلمہ" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ لیکن مصریوں میں طبعی خواہش پرستی کی وجہ سے ان خداترس علماء کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ چنانچہ بازاروں، محافل، مجالس میں صنف نازک کا نیم برہنہ ہونا آج ایک فیشن ہے۔ بسوں، ٹیکسیوں میں نامحرم عورتوں سے کندھا ملا کر بیٹھنا کوئی عیب نہیں۔ بلکہ عین مروت ہے۔ اور اگر کوئی طبعی یا مذہبی کراہت محسوس کرے تو اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ یہ جرائم آج پوری قوم میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور لاعلاج مرض کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ علماء بھی بے دینی کے اس عظیم سیلاب کے شکار ہیں۔ اگر کوئی اس کے خلاف آواز اٹھائے تو اس کی آواز کو دقیانوسیت سمجھ کر ٹھکرا دیا جاتا ہے۔

مصریوں کی مروت و اخلاق اکثر زائرین کو مصریوں کی کمینگی اور دھوکہ بازی سے شکایت رہی۔ مولانا شبلی نعمانی مصر سے واپسی پر لکھتے ہیں:۔

"آدمیوں کے اخلاق میں دنائت زیادہ پائی جاتی ہے"

منشی محمد عالم ایک تفصیلی جائزہ لینے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"مصر میں جتنے قلیوں، مزدوروں، گائیڈوں اور گاڑی بانوں وغیرہ سے مجھے واسطہ پڑا ہے میں نے سب کو نہایت کمینہ، دغا باز بلکہ بدمعاش پایا ہے۔ مصر کے اصلی باشندے فطرتاً بہت ادنیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ اور پھر ان میں جو اجنبی سیاحوں اور مسافروں سے ملنے والے ہیں وہ دھوکہ دینے بلکہ ضرر کرنے میں بھی بڑے مشاق ہیں۔ ان کی غرض کسی نہ کسی حیلہ سے اپنی جیبیں پر کرنے کی ہوتی ہے"

ان واقعات کی روشنی میں اگرچہ مصریوں کے اخلاق کی دنائت معلوم ہوتی ہے لیکن ہمارا واسطہ جن سے پڑا ہے ان میں اکثر حضرات ہم نے اصحاب مروت پائے ہیں۔ ناواقفیت اور اجنبیت کے باوجود ایک موقع پر نہیں بلکہ متعدد باخوش اخلاقی سے پیش آئے۔ اور مصریوں کی ایک دوسری خوبی کا ذکر نہ کرنا یقیناً ناانصافی ہوگی۔ وہ یہ کہ جب بھی کسی مصری سے راستہ پوچھا جائے تو منزل مقصود تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

عالقۃ الشافعی میں لیث بن سعد کے مزار کی تلاش کرنے میں ایک ایسا رہبر ملا جس نے صرف میری راہ نمائی کے لئے اپنے چار پانچ گھنٹے صرف کئے۔ البتہ ایئرپورٹ، ریلوے سٹیشنوں پر جن مزدوروں سے واسطہ پڑا ہے یا کرایہ کی جن گاڑیوں میں سفر کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ ان میں اکثر مہمانوں کی جیب ہلکی کرنے کی خدمت کرنے کا موقع ڈھونڈتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقہ سے مہمانوں سے رقم بٹوریں۔

رشوت خوری کی لعنت | دیگر ممالک کی طرح مصر میں بھی رشوت کی لعنت موجود ہے۔ ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک کوئی افسر "امی خدمۃ" کے مخصوص کلمات سے مانگنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ معمولی سی رقم پر بھی راضی ہوجاتے ہیں۔ پچیس قرش (ربع جنیہ) بھی اگر کسی کی خدمت میں پیش کئے جائیں تو بصد شکریہ قبول کر لیتے ہیں۔ مصر سے واپسی پر ایئرپورٹ پر جو شخص سامان وزن کرنے پر متعین تھا وہ مسافروں سے ایک پونڈ لے کر زائد وزن کو کم وزن ظاہر کرتا۔ میں نے قصداً اور عمداً اس شخص کو پونڈ دینا گوارا نہ کیا جس کا بدلہ اس نے موقعہ پر ہی مجھے دے دیا اور کم وزن کو زیادہ وزن ظاہر کرکے باوجود رعایت کے مجھے چھ سات سو روپے پاکستانی نقصان اٹھانا پڑا۔

رشوت کی لعنت کی وجہ سے لوگوں میں سستی، تساہل اور کام نہ کرنے کی عادت ہے ایک دفتر میں سینکڑوں کی تعداد میں کارندے بغیر کسی لالچ کے کام کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس کے علاوہ مصر کے مزارات پر مجاوروں کے مانگنے کا طریقہ بھی عجیب ہے۔ کسی بزرگ کی قبر کے اردگرد متعدد مجاور لگے ہیں کہ رات دن بیٹھے رہتے ہیں۔ زائرین سے چمٹ کر مانگنا ایک عادت ہے خاص کر غیرملکی لباس میں کسی کو دیکھ کر بغیر وصولی کے نہیں چھوڑتے۔ بدقسمتی سے یہ بیماری ہمارے ہاں پاکستان میں بھی موجود ہے۔

مالی حالت | ان تمام امراض کا بنیادی سبب مصر کی غربت ہے۔ اگرچہ مصر میں تیل وافر مقدار میں موجود ہے لیکن اوپیک ممالک کے رکن نہ ہونے کی وجہ سے تیل سے ان کو ملکی سطح پر استفادہ نہیں ملتا۔ ملک میں غریب طبقہ زیادہ ہے۔ دو زن کی مشترکہ آمدنی سے ایک گھرانے کا صرف گذارہ ہوتا ہے۔ خطباء اور ائمہ کی عام تنخواہیں ۸۰ سے لے کر ۹۰ پونڈ تک ہے۔ دن بھر مزدوری کرنے والے کو ایک پونڈ مزدوری ملتی ہے لیکن گرانی کے باوجود اشیائے خورد و نوش نہایت ارزاں ہیں۔ دن بھر کھانے پینے کا خرچہ ایک پونڈ سے لے کر ڈیڑھ پونڈ تک ہے۔ البتہ گوشت یا دوسری مرغن غذائیں مہنگی ہیں۔ آمدنی کا اکثر حصہ عورتوں کی میک اپ پر خرچ ہو جاتا ہے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق بعض عورتوں کی تمام آمدنی زیب و زینت پر خرچ ہو جاتی ہے اور گھر کا گذارہ خاوند کی آمدنی پر ہوتا ہے

مصری سکہ | مصر میں رائج کرنسی کو "جنیہ" کہتے ہیں جیم کو ابتداءِ کلمہ میں "گ" سے تبدیل کرنے کے باعث "گنیہ" کہتے ہیں۔ ایک "جنیہ" میں ایک سو "قرش" اور ایک قرش میں دس ملیم ہوتے ہیں۔ جدت کی وجہ سے جنیہ کو پونڈ بھی کہتے ہیں۔ اور ربع جنیہ پچیس قرش کو ریال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سرکاری بنکوں میں

مسافروں کے لئے ڈالر تبدیل کرنے میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ بنک میں ڈالر کی قیمت متفاوت ہے۔ بعض بنک ایک سو ڈالر کے پچاس جنیہ دیتے ہیں جب کہ اکثر بینکوں میں سو ڈالر کی قیمت ۱۳۵ جنیہ ہے۔ لیکن کالے بازار میں ایک سو ڈالر کے ۲۰۰ جنیہ ملتے ہیں۔ اس عظیم تفاوت کی وجہ سے کرنسی کی تبدیلی میں مسافروں کو قدم قدم پہ مشکلات پیش آتی ہیں۔ حکومت کے اعلانات اور دھمکیوں کے باوجود اکثر تبادلہ کالے بازار میں ہوتا ہے۔ البتہ سرکاری کاموں اور ٹکٹ وغیرہ لینے کے لئے بنک کے تبادلہ کے بغیر کوئی دوسری صورت ممکن نہیں۔ مصر میں اکثر ڈالر کا ہی چکر رہتا ہے۔

مصری لباس شہروں میں اکثر مردوں اور عورتوں کا لباس یورپین لباس ہے۔ مرد سردیوں میں کوٹ پتلون اور گرمیوں میں بوشرٹ پہنتے ہیں۔ مغرب زدہ عورتوں کا لباس نیم برہنہ ہے۔ گھٹنوں سے نیچے پنڈلیاں اور بازو کھلے رکھتی ہیں۔ اس لباس میں ملبوس ہو کر سر ڈھانپنا عیب ہے۔ انگریزی بال بنا کر ننگے سر پھرنا یا دراز زلفیں بنا کر رہنا کا نا ترقی ہے۔

شہروں میں بعض عورتیں رسمی پردہ بھی کرتی ہیں لیکن اس پردہ کی حقیقت یہ ہے کہ ایک لمبی قمیص جو گلے سے لے کر ٹخنوں تک ہوتی ہے پہنتی ہیں۔ اور سر پر ایک کپڑا باندھ لیتی ہیں۔ دوپٹہ لینے کی رسم نہیں ہے اس رسمی پردہ میں چہرہ ڈھانپنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ البتہ جو عورتیں شرعی پردہ کی پابند ہیں وہ عورتیں بہت اہتمام سے پردہ کرتی ہیں۔ کالے برقعے پہن کر ہتھیلیوں تک بھی ظاہر نہیں کرتیں بلکہ ہاتھوں پر دستانے پہنتی ہیں۔ لیکن ان عورتوں کی تعداد دو فیصد بھی نہیں۔ جو عموماً تبلیغی جماعت کے گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔

دیہاتوں میں قدیم لباس مروج ہے جس میں مرد سر پہ سرخ تربوش کے گرد سفید لفہ۔ نیچے اوپر لمبا اور ڈھیلا کرتہ نما عبا بغیر کالر کے پہنتے ہیں عوام آستینوں کو کھلا رکھتے ہیں جب کہ خواص آستینیں بند رکھتے ہیں۔ شہروں میں عموماً یہ لباس علاء خاص اوقات میں پہنتے ہیں اور دیہاتی عورتیں سر کے بالوں کو ڈھانپ کر لمبے کرتے پہنتی ہیں دوپٹہ بھی استعمال کرتی ہیں۔ چہرے کو ڈھانپنے کے لئے ایک مخصوص قسم کا کپڑا استعمال کرتی ہیں۔ دیہاتوں میں بہ نسبت شہروں کے مروت اور پردہ زیادہ ہے۔ لیکن شہروں میں عریانیت یورپ سے بھی زیادہ ہے مردوں کا لباس یعنی کوٹ پتلون عورتوں کے لباس سے زیادہ استر ہے۔

شیریں زبانی مصر میں عربی کے علاوہ دوسری زبانیں کم بولی جاتی ہیں۔ انگلش اور فرانسیسی بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ البتہ انگریزی اور فرانسیسی کے اثرات لغت عربی پر قائم ہیں۔ عربی بولتے وقت انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لغت عامیہ اس وجہ سے مشکل ہے کہ اس میں غیر عربی الفاظ ملتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں تمام تر توجہ لغت عربی پر دی جاتی ہے۔ صحافت کے میدان میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے بعد جدت پائی جاتی ہے۔ مصر قدیم مدت سے

فن تحریر و کتابت میں اول رہا۔ لیکن جدید دور کی تحریر پرانی طرز تحریر سے کافی مختلف ہے کیونکہ اس میں مغربی اثرات زیادہ ہیں۔ لب ولہجہ کے اعتبار سے مصری بہت پیارے ہیں۔ ملتے ہی بات شروع کرنے سے مخاطب دل موہ لیتے ہیں کسی غیر ملکی سے ملاقات کے وقت تحسینی کلمات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مدتوں کا تعارف قائم ہے۔

ملتے وقت "نورتم مصر، شرفتم مصر" اور رخصت کے وقت "مع السلامہ" خاص کلمات ہیں۔

اخبارات و رسائل | مصر کے "دارالعلم" ہونے کی وجہ سے یہاں اخبارات اور رسائل آسانی سے اور ارزاں نرخ پر ملتے ہیں۔ روزمرہ کے اخبارات میں سے "الاہرام"، "الاخبار"، "الجمہوریہ" اہم اخبارات ہیں۔ ابتداء میں سولہ سے لے کر بیس صفحات پر مشتمل اخبار کی قیمت پانچ قرش (پاکستانی آٹھ آنے) تھی۔ رمضان المبارک میں قیمت دگنی ہو گئی یعنی دس قرش۔ خصوصی ایڈیشنوں میں معلومات افزا مقالات شائع ہوتے ہیں۔ مذہبی اور دینی کتابیں ارزاں ہیں۔ لیکن ہوائی جہاز کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ کتابوں کے لانے کا نہیں۔ ہماری کتابیں مصری سفارت کی وساطت سے پاکستان بھیجی گئی تھیں اس لئے سہولت رہی۔

طریقہ تعلیم | مصر میں جدت کی طرف زیادہ رجحان ہے۔ مصری ہر چیز میں جدت پسند کرتے ہیں۔ طریقہ تعلیم میں بھی جدت نمایاں ہے۔ قدیم طرز تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ جدید طرز تعلیم کے مطابق استاد جب لیکچر دینے آتا ہے تو کتاب لا کر سامنے رکھنا اور دوران تدریس اس کتاب سے استفادہ کرنا اچھی بات نہیں ہے بلکہ استاد زبانی لیکچر دیتا ہے۔ اگر حافظہ کمزور ہو تو کاغذوں کے پرزوں پر اہم نکات لکھ کر دوران لیکچر اس سے استفادہ کرتا ہے۔ اگرچہ اس طرز تعلیم میں استاد کی وقعت اور فصاحت ظاہر ہو جاتی ہے لیکن طلبہ اس سے مکمل استفادہ نہیں کر سکتے۔ تاہم جو طالب علم لکھنے میں ماہر ہو تو وہ استاد کی ملفوظات لکھ کر دوران امتحان اس کو آسانی رہتی ہے۔ کیونکہ اساتذہ امتحان میں اپنی تقریر کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ استاد کی تقریر چھوڑ کر اگر مضمون کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ پھر بھی وہ اکثر کامیابی سے محروم رہتا ہے۔ اور نتیجہ امتحان نہایت سخت رہتا ہے۔ وسطانی درجات کا نتیجہ اکثر ۲۰ صد سے لے کر ۲۵ فیصد تک رہتا ہے۔

مصری سیاست | اگرچہ برسر اقتدار طبقہ جمہوریت کا دعوے دار ہے لیکن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں سیاست کی گاڑی صرف ایک طرف چلتی ہے۔ دوران قیام ہم نے کسی کے قلم سے حکومت پر تنقید نہیں دیکھی۔ اور نہ کوئی اس طرح کر سکتا ہے تاہم اخوان المسلمون جو ایک مذہبی اور دینی درد رکھنے والی جماعت ہے ان کی تحریک خفیہ چلتی ہے۔

کرنل ناصر کے دور سے لے کر آج تک یہ جماعت حکومت کے مظالم کے لئے تختہ مشق بنی ہوئی ہے اگرچہ عوام میں اس جماعت کی جڑیں مضبوط ہیں لیکن حکومت کے خود ساختہ قوانین اور نظام زندگی کے سامنے حکومت

اس جماعت کو عظیم رکاوٹ سمجھتی ہے۔ پھر بھی سیاسی میدان میں دینی دعوت کے لئے "اخوان المسلمون" جانفشانی سے کام کر رہے ہیں۔

صدارتی انتخابات ہمارے پاکستان میں صدر ضیاء الحق کے صدارتی ریفرنڈم کی طرح عجائب وغرائب کا پلندہ ہوتا ہے جس میں مُردے بھی زندہ ہو کر ووٹ ڈالتے ہیں۔

اسلامی قانون کا وہی حشر ہے جو ہمارے ہاں ہے۔ شوق تو سب کا ہے کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ ہو لیکن یہ شوق صرف زبانی دعووں تک محدود ہے۔ چند ماہ قبل صدر حسنی مبارک دوبارہ صدر منتخب ہوئے ہیں۔ مشہور سیاسی جماعتیں حزب العمل، حزب الوفد، حزب الاحرار، حزب التجمع، اور حزب الوطنی ہیں۔ اقتدار "حزب الوطنی" کو حاصل ہے۔

مؤتمر المصنفین کی علمی و تحقیقی
اور
عظیم تاریخی پیشکش

دفاعِ امام ابوحنیفہؒ

پیش لفظ ـــ جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق
تصنیف ـــ مولانا عبدالقیوم حقانی رفیق مؤتمر المصنفین و استاد دارالعلوم حقانیہ

ـــ جس میں ـــ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی

سیرت و سوانح ـــ درس و افادہ ـــ علمی و تحقیقی کارنامے ـــ تدوین فقہ و تشریع
قانونی کونسل کی سرگرمیاں ـــ تدوین اصول فقہ ـــ دلچسپ مناظرے ـــ حجیت اجماع
و قیاس پر اعتراضات کے جوابات ـــ حنفی تاریخ کے حیرت انگیز واقعات ـــ
نظریۂ انقلاب و سیاست ـــ وصایا اور نصائح ـــ فقہ حنفی کی قانونی حیثیت و جامعیت

ـــ اور ـــ

تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے جو علماء، فضلاء، خطباء، قانون دان، ججز، سکول، کالج کے طلبہ و اساتذہ، دینی مدارس کے مدرسین، مصنفین، علمی و تحقیقی اور مطالعاتی اداروں اور عام پڑھے لکھے احباب کیلئے یکساں طور پر مفید اور ایک گرانقدر علمی تحفہ ہے

معیاری کتابت، بہترین طباعت، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل

صفحات ۴۰۰ قیمت ۵۰ روپے

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)